خواتین کے حقوق و فرائض

گذشتہ چند صدیوں کے دوران علاقائی اور عالمی سطح پر رونما ہونے والی تبدیلیوں نے مختلف النوع تحریکوں کو جنم دیا، جن میں مغربی دنیا میں پروان چڑھنے والی علمی، فلسفیانہ اور انسانی حقوق سے جڑی ہوئی ان سماجی تحریکوں کو نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے جن کے ذریعہ انسانی سماج نے مختلف شعبہ ہائے حیات میں طرح طرح کے تجربات کئے اور انسانی معاشرہ نت نئی قدروں سے مالا مال ہوتا چلا گیا۔ انسانی حقوق کی حفاظت و نگہداری کے ذیل میں مزدوروں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، مرد سالاری و زن سالاری، تعلیم نسواں، جمہوریت، تحریک نسوانیت اور آزادیٔ نسواں کے چرچے عالمی فضا میں آج بھی سنائی دے رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ان تحریکوں سے قبل اس قسم کا تصور موجود نہ تھا۔ حالانکہ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ فرانس، روس اور دیگر مغربی ممالک میں ابھرنے والے انقلابات نیز علاقائی اور قومی سطح کی تحریکوں سے قبل آزادی و جمہوریت اور دیگر انسانی حقوق سے دنیا پوری طرح ناواقف تھی۔ ایسا ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ ظہور اسلام سے قبل دنیا بودائی دور میں بھی صرف انسانی حقوق ہی نہیں بلکہ انسان دوستی اور باہمی ہمدردی جیسی اعلیٰ اور معیاری قدروں سے بخوبی آشنا تھی اور انسان دوستی پر مبنی بودائی پیغام دنیا کے بے شمار لوگوں کے دل میں اپنی جگہ بنا چکا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سترھویں صدی اور اس کے بعد مغربی دنیا میں جو تحریکیں رونما ہوئیں ان کا بنیادی مقصد کیا تھا؟ اس دور میں مختلف قسم کے حقوق کی بات تو جگہ جگہ پر کہی گئی لیکن یہ بات کہیں نہیں دیکھائی دی کہ حقوق کا مطالبہ کرنے والوں پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی تھیں۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ سترھویں صدی اور اس کے بعد کی تحریکوں سے وابستہ دانشوروں اور رہنماؤں نے حقوق کی بات تو کی ہے لیکن فرائض کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ عورت کو فلاں حق سے محروم رکھا گیا ہے، عورت کو مردوں سے کم قرار دیا گیا ہے، اس کو آزادی اور دیگر حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے، عورت کو گھر کی چہار دیواری میں

مقید کردیا گیا ہے، اس طرح کے اعتراضات کی آڑ میں عورت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا، یہ ساری دنیا نے دیکھ لیا۔ آزادی اور حقوق کی فراہمی و بحالی کے نام پر فساد و فحشہ گری اور عریانیت کو فروغ دیا گیا۔ آزادی اور برابری کے نام پر اس کو عریانیت اور ننگے پن کی طرف مائل کیا گیا اور اسے مردوں کے ہاتھ کا کھلونہ بنا کر پیش کیا گیا۔ بس کیا تھا؟ دیکھتے ہی دیکھتے عورت ہوس پرست عناصر کے جنسی اغراض و مقاصد کے کوڑے دان میں تبدیل ہوگئی اور اس کی نیم برہنہ و عریاں تصویر تجارتی سازوسامان کی عمدہ فروشی کا باعث بنتی گئی، اور دھیرے دھیرے آزادی و خود انحصاری وزن سالاری جیسی خوبصورت اصطلاحوں سے کام لیتے ہوئے اسے اس کے خانوادہ سے بالکل الگ کردیا گیا۔ اب وہ اپنے خاندان کی ایک اہم کڑی ہونے کے بجائے ایک انفرادی حیثیت کی حامل بن گئی۔ اس طرح خانوادہ ومعاشرہ کے سلسلہ میں اس کی کوئی ذمہ داری نہ رہ گئی، بلکہ اس نے ایک خود مختار انفرادی حیثیت حاصل کرلی۔ یہ سب کچھ ایک منظم اور منصوبہ بند پروگرام کے تحت انجام دیا گیا۔ عورتوں کے حقوق کی بحالی اور بازآوری کے لئے قومی اور عالمی سطح پر قوانین بنائے گئے اور قومی و عالمی اسناد میں انھیں نمایاں طور پر پیش کیا گیا۔ جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سالگرہ ولادت کے موقع پر علماء و دانشوروں کی ایک جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے راقم الحروف نے ان عالمی تنظیموں کی کارکردگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''عورتوں کے خلاف ناروا سلوک کی تمام شکلوں کی تردید پر مشتمل اس سند میں خانوادہ و معاشرہ کے سلسلہ میں افراد کی ذمہ داریوں کو پوری طرح نظر انداز کردیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ عورت کو خاندان سے الگ تھلگ ایک فرد واحد کی حیثیت عطا کردی گئی۔ اب وہ خانوادہ کی ایک اہم کڑی نہیں رہ گئی تھی اگرچہ حقوق اور فرائض درحقیقت ایک سکّہ کا دوسرا روپ ہیں اور انسان کے انفرادی حقوق کو اس کی ذمہ داریوں سے قطعی الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی راہ و روش کی وجہ سے مغربی معاشرہ میں سماجی بدعنوانیوں اور ظالمانہ حرکتوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔''

واضح رہے کہ ۱۹۷۹ میں عورتوں کے خلاف نسلی امتیازات کی مختلف شکلوں کی تردید میں اقوام متحدہ میں اس کنونشن کا انعقاد عمل میں آیا تھا جس کو اب تک دنیا کے زیادہ تر ملکوں نے اپنی منظوری دے دی ہے۔ اسکے برعکس ایسے ملکوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے جو آج بھی اس کنونشن کی بہت سی

دفعات کوتسلیم نہیں کرتے ہیں، کیونکہ اس میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ ان کے معاشرہ کی روایت سے میل نہیں کھاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض ایسے ممالک بھی موجود ہیں جوخواتین کے سلسلہ میں قانون کی منظوری کوملک کا داخلی معاملہ قرار دیتے ہیں اور ایسے کسی بین الاقوامی قانون وقرارداد کو لائق اعتناء نہیں مانتے ہیں جن سے ان کے ملک کے آئین کی خلاف ورزی ممکن ہو۔ دنیا کے صنعتی ممالک میں فقط امریکہ ایسا ملک ہے جس نے اب تک اس قانون کومنظوری نہیں دی ہے اور وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ یہ قانون ملک کی قومی حاکمیت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے خانوادہ کی بنیاد کے کمزور پڑ جانے کا خطرہ بھی ہے۔

ایران بھی انھیں ملکوں میں شامل ہے جس نے اس قانون کوتسلیم نہیں کیا ہے۔ اگرچہ چھٹی ایرانی پارلیامنٹ اس قانون کو پاس کرچکی ہے لیکن مجلس خبرگان کی بھرپور مخالفت کے بعد آخری فیصلہ کی غرض سے اسے ادارہ 'تشخیص مصلحت نظام' کے پاس بھیج دیا گیا ہے تاکہ وہ اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرسکے۔

واضح رہے کہ فقط حقوق کی فراہمی و دعویداری فرائض سے ناواقفیت و بے خبری کا باعث ہوا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا ی بشریت کی ہدایت و رہنمائی جیسے عظیم الٰہی مشن کے ساتھ آج سے چودہ سو برس قبل جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس مذہب نے حقوق وفرائض دونوں کی یکساں نشاندہی کی اور مرد و عورت دونوں کو ان کے فرائض وحقوق سے بخوبی آگاہ کیا۔ حقیقی اور محمدی اسلام کی پیروی کرنے والوں کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ ایک باعفت خاتون کو بخوبی معلوم ہے کہ بیٹی، بیوی اور ماں کی حیثیت سے انسانی معاشرہ کی ترقی وخوشحالی کے لئے اسے کیا فرائض انجام دینے ہیں؟ اسے مذہب نے مردوعورت کو ایک دوسرے کے لئے باعث تکمیل قرار دیا ہے۔ اس طرح دونوں کو ایک دوسرے کا مخالف اور دشمن قرارنہیں دیا ہے۔خالق نے مردوزن کو لازم وملزوم بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے انہیں حاکم ومحکوم نہیں بنایا ہے۔ اسلام نے عورت کو ماں، بیوی اور بیٹی تینوں روپ میں دیکھا اور ہرسطح پر ان کے حقوق وفرائض کی بھرپور نشاندہی بھی کردی۔ ماں کی آغوش میں عورت فقط والدین ہی نہیں بلکہ پورے خانوادہ کی تسکین کا سامان فراہم کرتی ہے۔ بیوی کے لباس میں وہی عورت اپنے شوہر کی تسکین اور انسانی نسل کی افزائش کا وسیلہ دکھائی دیتی ہے۔ اور ماں کی حیثیت سے

وہ اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرتی ہے کہ وہ ایک صالح انسانی معاشرہ کی تخلیق و حفاظت میں نمایاں کردار ادا کرسکیں۔ ماں، بیوی و بیٹی، تینوں ہی روپ میں وہ نہ صرف اپنے خانوادہ کی اہم کڑی کا درجہ رکھتی ہے بلکہ خانوادہ کی محور اتحاد و اتصال بنی رہتی ہے۔ اور اس کام کے لئے اس کا تعلیم یافتہ ہونا لازمی ہے۔ جی نہیں! فقط لازمی کہہ دینے سے بات مکمل نہیں ہوتی بلکہ یہ وہ اہم کام ہے جس کے لئے بار بار تاکید کی گئی ہے۔ البتہ جن باتوں سے ہم لوگوں کو روکا گیا ہے ان میں شامل ہیں خواتین کی عفت و پاک دامنی کی خاطر زن و مرد کے درمیان اختلاط اور خواتین کی بے حجابی کیونکہ بے حجابی ان کی فطری شناخت کی پامالی ہے۔ واضح رہے کہ صرف حقوق کی دعویداری اور فرائض و ذمہ داریوں سے ناواقفیت عورت کی گمراہی اور بے راہ روی کا باعث ہوا کرتی ہے اور اسے خانوادہ سے ہی نہیں بلکہ خود سے بھی بے خبر بنادیتی ہے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ جس معاشرہ میں اسلام کا ظہور عمل میں آیا تھا وہ آج بھی انسانی تاریخ میں 'دور جاہلیت' کا معاشرہ کہلاتا ہے۔ اس معاشرہ میں عورت کو زندہ درگور کردینا فضیلت کا باعث قرار دیا جاتا تھا۔ شرم و حیا اور عفت و پاکدامنی مفقود ہوچکی تھی اور انسانیت چلتی پھرتی لاش کی شکل اختیار کرچکی تھی۔ ایسے ناگفتہ بہ ماحول میں انسانیت کو ابدی نجات سے مالا مال کرنے والے عظیم الشان پیغمبرؐ نے آیات الٰہی کی روشنی میں دنیا والوں کو یہ بتایا کہ خداوند عالم نے انسانوں کی یہ انجمن ایک مردوزن کے ذریعہ سجائی ہے۔ مردوزن دونوں صاحب فضیلت ہیں اور دونوں میں تقابلی فضیلت کا درجہ بس تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ مردوزن ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے لئے وسیلۂ کمال ہیں۔ اسلام دین انفرادیت بھی ہے اور دین اجتماعیت بھی۔ اس نے مردوزن کو انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اس کا ہر عمل، چاہے وہ نماز جماعت پنجگانہ ہو یا حج جیسا عالمی اسلامی و انسانی اجتماع، ہرجگہ انسان کے انفرادی اور سماجی پہلوؤں کو پوری طرح اجاگر کرتا ہے۔ قرآن کریم کے احکام و تعلیمات کو سمجھنے کے لئے پیغمبر اکرمؐ کو اسوۂ حسنہ قرار دے کر پریکٹیکل کا اہتمام بھی کردیا گیا۔ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات والا صفات کو خواتین عالم کے لئے اسوہ قرار دیتے ہوئے دنیا والوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کردیا کہ بیٹی ہو تو ایسی کہ باپ کو اپنی تعظیم پر اس درجہ آمادہ کردے کہ وہ ''ام ابیھا'' کہتا ہوا دکھائی دے، بیوی ہو تو ایسی کہ

شوہر اس کے وجود کی توانائی سے مالا مال رہے اور ماں ہو تو ایسی کہ دنیا کی تمام مائیں قیامت تک اس پر ناز کرتی رہیں، اور دنیا والوں کو ان ماؤں کی تلاش میں کوئی دشواری نہ ہو، جن کے پیروں کے نیچے خداوند عالم نے جنت بنائی ہے اور جن کی آغوش میں پروان چڑھنے والے ہی قیامت تک انسانی برادری کی بقا و حفاظت کی ضمانت ہیں۔

جی ہاں! اسلام ہی وہ عظیم مذہب ہے جس نے خواتین کو ان کے حقوق و فرائض کی طرف یکساں طور پر متوجہ کیا ہے۔ وہ ہر رنگ و روپ میں عورت کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اسے اس کی ذمہ داریوں سے بھی بخوبی آشنا رکھتا ہے کیونکہ اس نے عورت کو مساوی حقوق فراہم کئے ہیں مشابہ نہیں۔ حقوق کی دعوداری کے ساتھ ساتھ فرائض کی ادائیگی بھی لازمی ہے، یہی ''راہ اسلام'' ہے۔

چیف ایڈیٹر
محمد حسین مظفری